مضاربت کی حقیقت اور شرعی حیثیت

("مروجہ نظام زمینداری اور اسلام" کے بعد مولانا محمد طاسین کا ایک اور تحقیقی مقالہ)

فقہاءِ اسلام نے مضاربت کی حقیقت و ماہیت سے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کو اردو زبان میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:

"مضاربت وہ معاشی معاملہ ہے جس میں ایک فریق کا محض سرمایہ اور دوسرے کا صرف تجارتی کام و عمل ہوتا ہے، اور اس میں یہ طے پاتا ہے کہ اگر تجارت میں نفع ہوگا تو دونوں کے درمیان مقررہ نسبتی حصہ سے تقسیم ہوگا مثلاً نصف نصف، یا ایک تہائی اور دو تہائی، یا ایک چوتھائی اور تین چوتھائی کے حساب سے، اور اگر نقصان و خسارہ ہوگا تو وہ پورے کا پورا سرمائے والا فریق برداشت کرے گا جسے فقہ کی اصطلاح میں رب المال کہا جاتا ہے، کام و عمل کرنے والا فریق مالی نقصانات میں بالکل شریک نہ ہوگا جس کے لئے اصطلاح میں مضارب اور عامل کا لفظ ہے"

اس تعریف کے مطابق معاملۂ مضاربت اور معاملۂ ربٰو کے درمیان جو فرق و اختلاف ہے وہ ایک تو یہ کہ مضاربت میں سرمایہ والے فریق کے لئے کام کرنے والے فریق کی طرف سے یہ ضمانت نہیں ہوتی کہ معاملہ ختم ہونے پر اس کو اصل سرمایہ پورے کا پورا ملے گا جبکہ معاملہ ربٰو میں یہ لازمی و ضروری ہے کہ معاملہ ختم ہونے پر مال والے کو اس کا مال پورے کا پورا ملے۔ یہ اس لئے کہ مضاربت کا سرمایہ کام کرنے والے فریق کے پاس بطور امانت ہوتا ہے جو اس کی ملکیت نہیں بلکہ رب المال کی ملکیت ہوتا ہے اور امانت کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ اگر کسی غیر اختیاری سبب کے تحت ضائع و تلف ہو جائے تو امین پر تاوان لازم نہیں آتا، اور ربٰو کا مال دوسرے کے پاس بطور قرض ہوتا ہے جو دینے والے کی ملکیت سے نکل کر لینے والے کی

ملکیت میں داخل ہوجاتا ہے اور وقتِ مقرر کے بعد اس کی مثل کا لوٹانا ضروری ہوتا ہے، دوسرا فرق یہ کہ مضاربت میں اصل پر بطور نفع زیادتی کا یقین نہیں ہوتا بلکہ غالب ظن اور احتمال ہوتا ہے، جبکہ ربوٰ میں اصل پر زیادتی کا ہونا یقینی ہوتا ہے، تیسرا فرق یہ کہ مضاربت میں بصورت نفع، اصل پر زیادتی کا تعیّن نسبتی حصہ سے ہوتا ہے ماہانہ یا سالانہ فیصد کے لحاظ سے نہیں ہوتا حالانکہ ربوٰ میں زیادتی کا تعیّن سالانہ یا ماہانہ فیصد کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ مثلاً سالانہ پانچ یا دس یا پندرہ فیصد وغیرہ کے لحاظ سے، یا کسی جنس کی مقررہ مقدار کے لحاظ سے، یا بغیر کسی تعیّن کے مطلق زیادتی۔

مضاربت اور شرکت کے درمیان جو فرق و اختلاف ہے وہ یہ کہ مضاربت میں سرمایہ ایک فریق کا ہوتا ہے اور عمل دوسرے فریق کا جبکہ شرکتِ اموال میں سرمایہ بھی دونوں فریقوں کا ہوتا ہے اور عمل بھی دونوں فریقوں کا، اور دوسرا فرق و اختلاف یہ کہ مضاربت میں نقصان ہوجائے تو اس میں کام کرنے والا فریق شریک نہیں ہوتا جبکہ شرکت میں نقصان ہوجائے تو دونوں فریق اس میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

پھر چونکہ مضاربت میں اس کا بھی احتمال ہوتا ہے کہ کسی وقت کاروبار فیل ہونے سے اصل سرمائے میں ہی نقصان ہوجائے۔ لہٰذا اس میں نفع کی تقسیم دورانِ معاملہ نہیں ہوسکتی۔ ختم معاملہ پر ہی ہوسکتی ہے فقہاء نے درمیان میں منافع کی تقسیم کو ناجائز لکھا ہے اور اس کو مضاربت کے منافی قرار دیا ہے۔

بعض فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ مضاربت کا جواز خلافِ قیاس ہے اور جس چیز کا جواز خلافِ قیاس ہو وہ جواز اس چیز تک محدود رہتا ہے اس جیسی دوسری چیزوں کو اس کے تحت داخل نہیں کیا جاسکتا، اور چونکہ مضاربت کا جواز تجارت یعنی خرید و فروخت سے متعلق ہے۔ لہٰذا مضاربت تجارت کے سوا باقی کاروبار جیسے صنعت و حرفت وغیرہ میں جائز نہیں یعنی مضاربت کا سرمایہ صنعت و زراعت وغیرہ میں نہیں لگایا جاسکتا۔

مضاربت کی فقہی حقیقت و ماہیت کے بارے میں جو عرض کیا گیا ہے اس سے یہ مطلب پیدا ہوتا ہے کہ جب مضاربت میں سرمائے والے فریق کو یہ یقین دلایا جائے کہ اس کا اصل سرمایہ قرض کی طرح محفوظ رہے گا۔ اور نفع بھی ضرور ملے گا، یا یہ کہ اس میں یہ طے ہو کہ منافع کی تقسیم نسبتی حصّہ سے نہیں بلکہ سالانہ یا ماہانہ اتنے فیصد کے حساب سے ہوگی۔ مثلاً

دس یا پندرہ فیصد، اور یہ کہ نفع کی تقسیم دورانِ معاملہ درمیان میں ہوتی رہے گی تو وہ معاملہ مضاربت کا معاملہ نہیں رہتا اور اس کے احکام مضاربت سے مختلف ہو جاتے ہیں۔

معاملۂ مضاربت کی فقہی و اصطلاحی حقیقت کے بیان کے بعد اب میں قبل اس کے کہ اس معاملے کی شرعی و دینی حیثیت پر کچھ روشنی ڈالوں، مناسب بلکہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس معاملے کی لغوی حقیقت کے بارے میں کچھ عرض کر دوں کیونکہ فقہاء کے ہاں یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ وہ الفاظ کے فقہی و اصطلاحی معانی و مفاہیم کے ساتھ ان کے لغوی معنوں پر بھی بحث کرتے اور یہ بتلاتے ہیں کہ دونوں معنوں کے مابین کیا تعلق اور کیا عقلی مناسبت ہے، چنانچہ فقہ کی مبسوط کتابوں میں جہاں مضاربت و قراض کی بحث ہے وہاں انہوں نے مضاربت و قراض کے فقہی و اصطلاحی معنی و مفہوم کو واضح کرنے کے ساتھ اس کے لغوی معنی و مفہوم پر بھی خاصی روشنی ڈالی ہے اور بتلایا ہے کہ دونوں معنوں کے مابین عقلی طور پر کیا تعلق اور مناسبت ہے۔

لفظ مضاربت کی لغوی تحقیق یہ کہ یہ لفظ باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کا مادہ مجرد لفظ ضَرْبٌ ہے اور ضَرْبٌ کے لغت میں کئی معنی ہیں، قرآن مجید میں یہ لفظ جن معنوں میں استعمال ہوا ہے ان میں سے ایک ضرب بمعنی مارنا ہے اس معنی میں یہ لفظ قرآن مجید کے اندر تقریباً تیرہ جگہ استعمال ہوا ہے مثلاً فَضَرْبَ الرِّقَابِ، اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ، فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ، وَاضْرِبُوْهُنَّ، دوسرا ضرب بمعنی بیان کرنا خصوصاً مثال بیان کرنا، اس معنی میں یہ لفظ تیس جگہ استعمال ہوا ہے، جیسے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً، يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ، تیسرا ضرب بمعنے زمین میں چلنا اور سفر کرنا، اس معنے میں یہ لفظ چھ مقامات پر استعمال ہوا ہے: جیسے اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ، يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ، چوتھا ضرب بمعنے کوئی چیز کسی پر ڈال دینا اور مسلّط کر دینا، اس کا ذکر چار موقعوں پر ہے، جیسے ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ اور وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ، پانچواں ضرب بمعنے سلانا اور سلانے کے لئے کان پر تھپکی دینا، جیسے فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ علّامہ زمخشری نے اساس البلاغہ اور علّامہ زبیدی نے تاج العروس شرح قاموس المحیط میں ضَرْبٌ کے دیگر بہت سے مجازی معنے بیان کئے ہیں جن کا یہاں نقل کرنا چنداں مفید نہیں۔

اور چونکہ باب مفاعلہ کی اصل خاصیت مشارکت ہے جس کے معنی ہیں دو یا دو سے

زیادہ اشخاص کا باہم کسی فعل میں شریک ہونا، لہٰذا مضاربت کے معنی ہوئے دو اشخاص کا باہم دگر ضرب کے فعل میں شریک ہونا، جیسے مقاتلہ کے معنی دو شخصوں کا باہم دگر قتل کے فعل میں شریک ہونا، یا مصافحہ کے معنے دو اشخاص کا ایک دوسرے سے ہتھیلی ملانا، اب اگر مضاربہ کی اصل ضرب بمعنے مارنا ہو تو اس کا مطلب ہوگا دو اشخاص کا ایک دوسرے کو مارنا، اور ضرب بمعنے بیان کرنا ہو تو معنے ہوں گے دو اشخاص کا آپس میں ایک دوسرے کے لیئے بیان کرنا، ضرب بمعنے زمین میں چلنا اور سفر کرنا ہو تو مضاربہ کے معنی ہوں گے دو اشخاص کا ایک دوسرے کے ساتھ زمین میں چلنے اور سفر کرنے کے فعل میں شریک ہونا، اور ضرب بمعنے ایک دوسرے پر کوئی شے ڈالنا اور جمانا و مسلط کرنا ہو تو مضاربہ کے معنے ہوں گے دو اشخاص کا آپس میں ایک دوسرے پر کوئی چیز ڈالنا اور مسلط کرنا، اور ضرب بمعنے کان پر تھپکی دے کر سلانا ہو تو مطلب ہوگا دو اشخاص کا ایک دوسرے کو اس طریقے سے سلانا۔ اور اگر ضَرْبٌ کے معنے ایک شے کا دوسری شے کے ساتھ خلط ملط کرنا ہو جیسا کہ کتب لغت میں لکھا ہے تو مضاربہ کے معنے ہوں گے دو آدمیوں کا آپس میں دو چیزوں کو خلط ملط کرنا اور ملانا۔ آئیے اب یہ دیکھیں کہ ان مذکورہ لغوی معنوں میں سے کس معنے کی مضاربہ کے شرعی معنے سے زیادہ مناسبت و مماثلت ہے، چونکہ معاملۂ مضاربت میں رب المال اور عامل ظاہر ہے کہ ایک دوسرے کو مارتے نہیں لہٰذا اس کی پہلے لغوی معنے کے ساتھ کوئی مناسبت نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ اس کا مطلب وہ مارنا لیا جائے جو معاملہ طے ہو جانے پر فریقین کے درمیان ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارنے سے ظہور میں آتا ہے، نہایۃ ابن الاثیر میں عبد اللہ بن عمر کا قول ہے:

"فَأَرَدْتُّ أَنْ أَضْرِبَ عَلَى يَدِهِ" اى اعقد معه البيع لان من عادة الناس المتبايعين ان يضع احدهما يده فى يد الآخر عند عقد التبايع۔ پس میں نے ارادہ کیا کہ اس کے ہاتھ پر ماروں، یعنی اس کے ساتھ بیع کا معاملہ پختہ کردوں کیونکہ لوگوں کی یہ عادت ہے کہ وہ جب بیع و شراء کا معاملہ کرتے ہیں تو طے ہو جانے پر ایک اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ پر رکھتا ہے۔ لیکن یہ چیز عام ہے صرف مضاربت کے ساتھ مخصوص نہیں۔ دوسرے لغوی معنے سے فقہی معنے کی مناسبت موجود ہے کیونکہ فقہی معنے میں بھی رب المال اور عامل دونوں ایک دوسرے کے لیئے اس کا حصہ وغیرہ بیان کرتے ہیں، اس بیان کو ایک روائت میں لفظ ضرب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ روائت کے الفاظ اس

طرح ہیں: ان حکیم بن حزام کان یشترط علی الرجل اذا اعطاہ مالاً مقارضة یضرب لہ بہ...... الخ حضرت حکیم بن حزام جب کسی کو مال قراض پر دیتے تو شرائط مقرر کرتے، یہ بیان کرتے کہ وہ ایسا ایسا نہیں کرے گا، فقہاءِ شافعیہ نے اسی دوسری توجیہہ کو اختیار کیا ہے یعنی یہ کہ معاملہ مضاربت کو مضاربت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ہر دو فریق ایک دوسرے کے لئے اس کا حصہ وغیرہ بیان کرتے ہیں۔ مضاربت کے تیسرے لغوی معنے یعنی دو آدمیوں کا باہم دگر زمین میں چلنے اور سفر کرنے میں شریک ہونا اور فقہی معنے کے درمیان بظاہر کوئی مماثلت و مناسبت نظر نہیں آتی کیونکہ معاملہ مضاربت میں رب المال اور عامل نہ تو ایک دوسرے کے ساتھ زمین میں چلتے ہیں نہ سفر کرتے ہیں۔ البتہ صرف عامل بعض اوقات خرید و فروخت کے سلسلہ میں چلتا پھرتا اور سفر کرتا ہے اور مضاربت کے اس لغوی معنے کے ساتھ مماثلت کے لئے ضروری ہے کہ دونوں فریق "ضرب فی الارض" کے فعل میں شریک ہوں، لہٰذا معاملہ مضاربت کو مضاربت سے موسوم کرنے کی یہ توجیہہ درست نہیں بیٹھتی کہ یہ "ضرب فی الارض" سے ماخوذ ہے لیکن تعجب ہے کہ حنفی فقہاء نے عام طور پر اسی توجیہہ کو اختیار کیا ہے جبکہ اس توجیہہ میں باب مفاعلہ کی خاصیت مشارکت مفقود ہو جاتی ہے، علاوہ ازیں "ضرب فی الارض" کے الفاظ تجارتی چلت پھرت اور کاروباری سفر کے لئے خاص نہیں کیونکہ سفر جہاد کے لئے بھی قرآن مجید میں یہی الفاظ ذکر ہوئے ہیں۔ مثلاً سورۃ النساء کی آیت نمبر چورانوے اور آیت نمبر ایک سو ایک کو دیکھئے اور پھر جب تجارتی سفر کے لئے ہو تو ایسے تجارتی سفر کے لئے مخصوص نہیں جو دوسرے کے مال کے ساتھ نفع کے ایک حصہ یعنی مضاربت پر کیا جاتا ہے بلکہ اس تجارتی سفر کے لئے بھی عام ہے جو اپنے مال کے ساتھ تمام تر اپنے نفع کے لئے کیا جاتا ہے، مضاربت کے چوتھے اور پانچویں لغوی معنے بھی ایسے ہیں جن کے ساتھ فقہی معنے کی کوئی مناسبت و مماثلت نہیں البتہ چھٹے معنے یعنی دو آدمیوں کا دو چیزوں کو آپس میں خلط ملط کر دینا بھی ایسے ہیں کہ معاملہ مضاربت کی ان سے مناسبت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں بھی ایک فریق اپنا مال اور دوسرا اپنا کام و عمل آپس میں خلط ملط کر دیتے ہیں لہٰذا اس معنے کے لحاظ سے بھی معاملہ مضاربت کو لفظ مضاربت سے موسوم کرنے کی توجیہہ جا سکتی ہے۔

واضح رہے کہ معاملۂ مضاربت کا دوسرا نام قراض و مقارضہ ہے بکثرت علماء نے لکھا ہے کہ حجاز میں یہ معاملہ قراض سے مشہور و معروف تھا جبکہ عراق میں مضاربت سے جانا پہچانا جاتا تھا، حدیث کی کتابوں نیز مالکی، شافعی اور حنبلی فقہ کی کتابوں میں اس کا ذکر قراض ہی کے نام سے کیا گیا ہے۔ اور اس معاملے کو قراض و مقارضہ کہنے کی دو وجہیں لکھی ہیں: ایک یہ کہ ان کی اصل لفظ قرض ہے جس کے لغوی معنے ہیں کسی چیز سے اس کا کچھ حصہ کاٹ لینا، اور باب مفاعلہ کی خاصیت مشارکت کا لحاظ رکھتے ہوئے قراض و مقارضہ کے معنے ہوئے دو اشخاص کا کسی چیز سے اس کا کچھ کاٹنے کے فعل میں شریک ہونا، اور چونکہ اس معاملے میں بھی رب المال عامل کو دینے کے لئے اپنے مال کا کچھ حصہ کاٹتا اور عامل رب المال کو دینے کے لئے اپنے عمل سے حاصل شدہ نفع کا ایک حصہ کاٹتا ہے لہٰذا اس میں مقارضت کے معنے پائے جاتے ہیں، دوسری وجہ اس معاملے کو مقارضہ کہنے کی یہ کہ مقارضہ کے معنے لغت میں مساوات کے بھی ہیں اور چونکہ اس معاملے میں بھی رب المال اور عامل کی مساویانہ حیثیت ہوتی ہے۔ ایک کا مال اور دوسرے کا عمل ہوتا ہے اور دونوں نفع کے استحقاق میں برابر ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس معاملہ کو مقارضہ سے موسوم کیا گیا ہے۔

مضاربت کی شرعی حیثیت

اب میں معاملۂ مضاربت و قراض کی شرعی حیثیت سے کچھ بحث کرنا چاہتا ہوں جو اس مضمون کا اصل مقصد ہے اور اس بحث میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ اس معاملہ کی شرعی حیثیت واجب کی ہے یا حرام کی، مستحب کی ہے یا مکروہ کی یا مباح کی، کیونکہ فقہاء اسلام نے تمام احکام کی درجہ بندی ان پانچ قسموں اور زمروں میں کی ہے۔

اور اس بحث کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ معاملۂ مضاربت کی شرعی حیثیت سے عام طور پر مسلمان ناواقف ہیں اور علماء کرام نے بھی اسے واضح کرنے کی کوشش نہیں فرمائی۔ حالانکہ اسلام کے حقیقی معاشی نظام کے تعین کے لئے اس کا جاننا اور واضح کرنا ضروری ہے۔

اس بحث میں ان تمام دلائل کا تحقیقی و تفصیلی جائزہ لیا جائے گا جو مضاربت سے متعلق پیش کئے گئے اور پیش کئے جاتے ہیں لیکن آغاز بحث میں قارئین کو غلط فہمی سے

بچانے کے لئے یہ عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ مجھے ان علماء حضرات سے اتفاق ہے جو مضاربت کو جائز کہتے ہیں۔ لہٰذا میری بحث کا تعلق مضاربت کے نفسِ جواز سے نہیں بلکہ جواز کی نوعیت سے ہوگا کہ وہ جواز واجب کی نوعیت کا ہے یا مستحب کی نوعیت کا، مباح کی نوعیت کا ہے یا مکروہ کی نوعیت کا، کیونکہ جائز، واجب بھی ہوتا ہے اور مستحب و مندوب بھی، اسی طرح جائز، مباح بھی ہوتا ہے اور مکروہ بھی، بالفاظِ دیگر ایک جائز وہ ہوتا ہے جس کا کرنا ضروری ہوتا ہے، دوسرا وہ جس کا کرنا نہ کرنے سے اچھا ہوتا ہے، تیسرا وہ جس کا نہ کرنا کرنے سے اچھا ہوتا ہے اور چوتھا وہ جس کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہوتے ہیں۔ لہٰذا تحقیق طلب امر یہ ہے کہ مضاربت کا جواز، جائز کی کس قسم سے تعلق رکھتا ہے؟ اور جیسا کہ میں نے عرض کیا اس کا تعین ان دلائل کی روشنی ہی میں ہو سکتا ہے جو مضاربت و قراض کے جواز میں پیش کئے جاتے ہیں۔

مضاربت کے قرآنی دلائل

سب سے پہلے ان دلائل کو لیجئے جو مضاربت کے ثبوت میں قرآن مجید سے پیش کئے جاتے ہیں، بعض علماء حضرات نے مضاربت کے جواز میں سورۃ المزمل کی یہ آیت پیش فرمائی ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۝	اور دوسرے وہ جو اللہ کا فضل یعنی رزق و مال طلب کرنے کے لئے زمین میں سفر کرتے ہیں۔

ان حضرات کا فرمانا ہے کہ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ سے مضاربت کا جواز نکلتا ہے۔ لیکن ان کا یہ فرمانا اور لفظ يَضْرِبُوْنَ سے استدلال کرنا کئی وجوہ سے ناقابل فہم اور ناقابلِ قبول ہے: پہلی وجہ یہ کہ جب یہ معاملہ اہلِ حجاز کی لغت اور بول چال میں مضاربت کے نام سے متعارف ہی نہ تھا بلکہ قراض و مقارضت کے نام سے مشہور و متعارف تھا، اور قرآن چونکہ اہل عراق کی لغت میں نہیں بلکہ اہل حجاز کی لغت اور مکہ و مدینہ میں مروج زبان میں نازل ہوا ہے لہٰذا آیت مذکورہ سے قراض و مقارضہ کا جواز کیسے نکالا جا سکتا ہے؟ — دوسرے الفاظ میں مطلب یہ کہ اگر یہ خاص معاشی معاملہ، اہل حجاز کی زبان میں جس کے مطابق قرآن کریم نازل ہوا، مضاربت کے نام سے مشہور و معروف ہوتا تو آیتِ مذکورہ کے لفظ يَضْرِبُوْنَ سے کھینچ تان کر اس کا جواز نکالا جا سکتا تھا لیکن چونکہ یہ مضاربت کے نام سے

نہیں قراض و مقارضہ کے نام سے مشہور و معروف تھا۔ لہٰذا یَضْرِبُوْنَ میں اس کی طرف اشارہ نہیں ہوسکتا اور اس سے اس کا کوئی جواز نہیں نکلتا۔

دوسری وجہ یہ کہ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ اہل حجاز کے ہاں یہ معاملہ قراض کے ساتھ ساتھ گو کم سہی لیکن مضاربت کے نام سے بھی متعارف تھا تو بھی آیت مذکورہ سے اس کا جواز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ضَرَبَ فِي الْاَرْضِ کے الفاظ جیسا کہ پیچھے مضاربت کی لغوی بحث میں عرض کیا گیا تجارتی سفر کے لئے مخصوص نہیں اس لئے کہ قرآن مجید میں سفر جہاد کے لئے بھی یہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً سورۃ النسآء کی آیت ۹۴ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا	اے ایمان والو! جب تم خدا کی راہ میں نکلو تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے تو یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔

اسی سورۃ النسآء کی آیت ۱۰۱ اس طرح ہے۔

اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ﷺ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا	جب تم سفر میں نکلو تو اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو اگر تمہیں ڈر و اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں فتنہ میں ڈال دیں گے۔

قرآن مجید کی ان دو آیتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ "ضرب فی الارض" تجارتی سفر سے مختص نہیں بلکہ تجارتی اور غیر تجارتی دونوں قسم کے سفر کے لئے عام ہے، اگر اس کے ساتھ ابتغائے فضل اللہ کے الفاظ ہوں تو ان کی وجہ سے ان کا مطلب تجارتی سفر ہو جاتا ہے خواہ وہ سفر اپنے مال کے ساتھ اپنی تجارت کے لئے ہو یا دوسرے کے مال کے ساتھ متعین اجرت و تنخواہ کے بدلے ہو، یا دوسرے کے مال کے ساتھ منافع کے ایک نسبتی حصّہ کی خاطر ہو جیسا کہ مضاربت میں ہوتا ہے، لہٰذا آیت مذکورہ میں یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ کے معنے ہوئے دوسرے وہ جو رزق و مال کی طلب و تلاش کے لئے زمین میں دوڑ دھوپ اور سفر کرتے ہیں، ان میں سب سے پہلے وہ لوگ آتے ہیں جو اپنے مال کے ساتھ اپنے نفع کے لئے ادھر ادھر جاتے اور

تجارتی سفر کرتے ہیں کیونکہ عموماً اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اپنے مال کے ساتھ اپنے نفع کی خاطر دوڑ دھوپ اور تجارتی سفر کرتے ہیں پھر وہ لوگ آتے ہیں جو ملازم کے طور پر متعین اجرت و تنخواہ کے بدلے دوسروں کے لیے تجارتی دوڑ دھوپ اور سفر کرتے ہیں یا مضارب کے طور پر نفع کے نسبتی حصہ کے بدلے تجارتی تگ و دو اور سفر کرتے ہیں، اسی طرح اس میں وہ لوگ بھی آتے ہیں جو ادھر ادھر محنت مزدوری کر کے رزق و مال کماتے اور حاصل کرتے ہیں۔ لہٰذا آئت مذکور کو ایسے تجارتی سفر کے ساتھ خاص کر دینا جو مضاربت کے تحت ہوتا ہے زبردستی کی بات اور استدلال کے مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے۔

خلاصہ یہ کہ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ کا مطلب مضاربت کا تجارتی سفر لینا، نہ لغت و علم صرف کی رو سے صحیح ہے اور نہ عقل اور منطق کی رو سے صحیح، لہٰذا اس سے کسی طرح مضاربت کا جواز نہیں نکلتا۔

بعض علماء حضرات نے جواز مضاربت سے متعلق قرآن مجید کی دو اور آیات بھی پیش فرمائی ہیں ایک سورۃ الجمعہ کی یہ آئت:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللهِ	پس جب نماز جمعہ پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے تلاش کرو یعنی رزق و مال سے۔

اور دوسری سورۃ البقرہ کی یہ آئت:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ۔	حج کے سفر میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل یعنی رزق و مال تلاش و طلب کرو۔

حالانکہ یہ دونوں آئتیں مضاربت سے متعلق نہیں بلکہ مطلق معاشی جدوجہد سے متعلق ہیں خواہ وہ زراعت و باغبانی کی شکل میں ہو یا کسی صنعت و حرفت کی شکل میں، مزدوری و نوکری کی شکل میں ہو یا تجارت و خرید و فروخت کی شکل میں۔ کیونکہ پہلی آئت سے متصل پچھلی آئت میں یہ فرمایا گیا کہ جب نماز جمعہ کے لئے آذان ہو تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور بیع یعنی خرید و فروخت کو چھوڑ دو، اور پھر اس آئت میں فرمایا گیا کہ جب نماز ادا ہو جائے تو حسب سابق خرید و فروخت وغیرہ کی شکل میں دوبارہ معاشی

جد وجہد شروع کردو، مطلب یہ کہ جب پچھلی آئت کا تعلق قراض ومضاربت سے نہیں تو پھر اس آئت کا اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ اور پھر کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ مدینہ میں جب یہ آئت نازل ہوئی تو سب مسلمان مضاربت پر تجارت و کاروبار کرتے تھے؟ اسی طرح دوسری آئت میں حج کے موقع پر جس تجارت کی اجازت ہے اس سے مضاربت وقراض کی تجارت مراد لینا اس وقت صحیح ہو سکتا ہے۔ جب کسی دلیل سے یہ ثابت ہو جائے کہ اس وقت سب تاجر یا ان میں کے اکثر وبیشتر مضاربت وقراض پر تجارت کرتے تھے۔ حالانکہ کوئی ایسی دلیل کہیں سے پیش نہیں کی جا سکتی۔

بہر حال یہ حقیقت واقعہ ہے کہ قرآن حکیم میں قراض ومضاربت کے جواز یا عدم جواز سے متعلق کوئی جزدی وتفصیلی دلیل نہیں ملتی یعنی کوئی ایسی آئت نہیں ملتی جس میں خاص طور پر قراض ومضاربت کے جواز یا عدم جواز کا واضح ذکر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء جیسے ابن حزم اور ابن رشد وغیرہ نے دعوے کے ساتھ لکھا ہے کہ فقہ کے ہر باب کے لئے کتاب وسنّت اور قرآن وحدیث سے دلیل ملتی ہے سوائے قراض ومضاربت کے کہ اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ملتی اور یہ کہ اس کا جواز صرف اجماع سے ثابت ہے، علامہ ابن حزم کا یہ قول ان کی کتاب مراتب الاجماع میں اور ابن رشد کا المقدمات میں مذکور ہے۔ اور ابن حزم کے قول پر ہم آگے چل کر مناسب مقام میں تفصیلی بحث کریں گے یہاں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ اگر ابن حزم وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جزدی صراحت کے ساتھ قراض ومضاربت کے متعلق کوئی ہدایت نہیں تو یہ درست ہے لیکن اگر مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم میں مضاربت وقراض کے متعلق اصولی اور کلّی ہدائت بھی موجود نہیں یعنی کوئی ایسا اصلِ کلّی بھی موجود نہیں جس سے قراض ومضاربت کے متعلق حکم مستنبط ہو سکتا ہو تو اس مطلب کو درست نہیں تسلیم کیا جا سکتا۔ کیونکہ قرآن حکیم میں ایسے اصول کلّیہ اور مبادیٔ عامّہ یقیناً موجود ہیں اور ان کے اعتبار سے قرآن حکیم ایک جامع ومکمل کتاب ہے جن سے تمام جزدی مسائل کے لئے جزدی احکام اخذ کئے جا سکتے ہیں، چنانچہ معاشی معاملات کے جواز وعدم جواز سے متعلق قرآن مجید میں جو اصل کلّی اور مبدءِ عام ہے اس کے اندر ہر معاشی معاملے کے لئے اجمالی ہدائت موجود ہے اور اس کی روشنی میں ہر معاشی معاملے کی شرعی حیثیت کا تعین کیا جاتا ہے۔

معاشی معاملات کے جواز و عدم جواز اور درست و نادرست کے متعلق قرآن مجید میں جو اصل کلّی اور اصولی تصوّر ہے وہ کیا ہے، اور اس کی روشنی میں معاملۂ قراض و مضاربت کی جو شرعی حیثیت متعیّن ہوتی ہے وہ کیا ہے اس پر لکھنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ کچھ ان احادیث و آثار کے بارے میں بھی بحث ہو جائے جن کو قراض و مضاربت کے جواز میں پیش کیا گیا۔ اور کیا جاتا ہے اور دیکھا جائے کہ ان سے قراض و مضاربت کا جواز نکلتا ہے یا نہیں، اور نکلتا ہے تو کس نوعیت کا؟

مضاربت کے حدیثی دلائل اس بحث کے اندر سب سے پہلے جو عرض کر دینا ضروری ہے وہ یہ کہ جہاں تک حدیث کی چھ مشہور و مستند کتابوں یعنی صحاح ستّہ کا تعلق ہے ان میں سے چار کتابوں: صحیح البخاری، صحیح المسلم، جامع الترمذی اور سنن النسائی میں نہ صرف یہ کہ قراض و مضاربت سے متعلق کوئی حدیث اور اثر نہیں بلکہ سرے سے ان کے اندر قراض و مضاربت کا کوئی باب ہی نہیں، البتہ سنن ابی داؤد اور سنن ابنِ ماجہ میں باب موجود ہیں۔ سنن ابی داؤد میں باب کا عنوان ہے "باب فی المضارب یضارب"، لیکن اس میں کوئی ایسی حدیث مذکور نہیں جو کسی طرح بھی قراض و مضاربت سے متعلق ہو۔ اس میں جو دو حدیثیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک حدیث کے راوی حضرت عروۃؓ البارقی اور الفاظ یہ ہیں:

قال اعطاہ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم دینارالیشتری بہ اضحیۃ اوشاۃ ، فاشتری شاتین فباع احداھما بدینار۔ فاتاہ بشاۃ و دینار، فدعالہ بالبرکۃ فی بیعہ فکان لو اشتری ترابا لربح فیہ۔	حضرت عروۃؓ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسے ایک دینار دے کر فرمایا کہ اس سے قربانی کی بکری خرید کر لاؤ۔ اس نے جا کر اس سے دو بکریاں خریدیں۔ پھر ایک بکری ایک دینار کے عوض بیچ دی اور ایک بکری اور دینار حضورؐ کی خدمت میں پیش کئے۔ حضورؐ ماجرا سُن کر خوش ہوئے اور دعا فرمائی کہ تیری تجارت
ص ۱۲۴ ، ج ۲	

میں برکت ہو۔ چنانچہ اس دعا کا نتیجہ یہ کہ وہ مٹی بھی خریدتے تو ضرور نفع ہوتا۔

اور دوسری حدیث کے راوی حضرت حکیمؓ بن حزام اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث معه بدينار يشترى له اضحية، فاشتراها بدينار وباعها بدينارين فرجع فاشترى له اضحية بدينار، وجاء بدينار الى النبي صلى الله عليه وسلم فتصدق به النبي صلى الله عليه وسلم و دعاله ان يبارك له في تجارة۔

ص ۱۲۴ ۔ جلد ۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دے کر بھیجا کہ اس سے قربانی کا جانور خرید کر لاؤ، وہ گئے اور ایک دینار سے جانور خریدا، راستے میں اس کو دو دینار میں بیچ دیا، پھر واپس جا کر ایک دینار سے دوسرا جانور خریدا، واپس آکر وہ جانور اور ایک دینار حضور کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے وہ دینار صدقہ کر دیا اور حکیم بن حزام کے حق میں دعا فرمائی کہ اس کی تجارت میں برکت ہو۔

ان دونوں حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا قراض و مضاربت سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں، عون المعبود اور بذل المجہود وغیرہ شروح سنن ابی داؤد میں ان حدیثوں کی شرح میں لکھا ہے کہ سند کے لحاظ سے یہ دونوں ضعیف ہیں اور مضاربت سے قطعی غیر متعلق۔

اور سنن ابن ماجہ میں باب کا عنوان ہے "باب الشركة والمضاربة" اور اس میں مضاربت سے متعلق صرف ایک حدیث بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے:

عن صهيب رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاث فيهن البركة، البيع الى اجل والمقارضة واخلاط البر بالشعير للبيت لا للبيع: ص: ۱۶۶

حضرت صہیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں جن میں برکت ہے: ادھار پر بیچنا، دوسری مقارضہ یعنی مضاربت اور تیسری گیہوں کے ساتھ جو ملانا اپنے گھر میں کھانے کے لئے بیچنے کی خاطر نہیں۔

محدثین نے لکھا ہے کہ چونکہ اس حدیث کی سند میں دو راوی مجہول ہیں: ایک نصر بن القاسم اور دوسرا عبدالرحیم بن داؤد، لہٰذا یہ ضعیف و ناقابل اعتماد ہے، لیکن حافظ ابن حجرؒ

نے تہذیب التہذیب جلد دس، صفحہ چار سو تیئیس پر نصر بن القاسم کے ترجمہ میں حدیث مذکور کو نقل کرکے لکھا ہے : " قال البخاری وھذا موضوع " امام بخاری نے فرمایا کہ یہ حدیث موضوع یعنی گھڑی ہوئی ہے ۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ پوری صحاح ستہ میں کوئی ایک بھی مرفوع صحیح حدیث موجود نہیں جس سے قراض ومضاربت کا جواز ثابت ہوتا ہو۔ اسی طرح سنن الکبرای للبیہقی میں قراض ومضاربت کے متعلق جو مرفوع حدیث ہے اس کو خود امام بیہقی نے ضعیف بتلایا ہے وہ حدیث یہ ہے ۔

ابوالجارود عن حبیب بن یسار عن ابن عباس قال کان العباس بن عبد المطلب اذا دفع مالا مضاربۃ اشترط علی صاحبہ ان لا یسلک بہ بحرا ولا ینزل بہ وادیا، ولا یشتری بہ ذات کبد رطبۃ فان فعل فھو ضامن، فرفع شرطہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجازہ ۔ ص ١١١ ۔ ج ٦	ابوالجارود نے حبیب بن یسار سے، اس نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کیا کہ حضرت عباسؓ جب کسی کو مضاربت پر مال دیتے تو یہ شرط لگاتے کہ وہ اس مال کے ساتھ نہ بحری سفر کرے گا نہ کسی وادی میں اترے گا اور نہ کوئی زندہ جانور خریدے گا اگر اس نے ایسا کیا تو وہ نقصان کا ضامن وذمہ دار ہوگا ۔ جب یہ شرط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی گئی تو آپؐ نے اسے جائز ٹھہرایا یا اس کی اجازت دی ۔

امام بیہقی نے اس حدیث کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس کی سند میں ابوالجارود زیاد بن المنذر نامی جو راوی ہے، امام یحییٰ بن معین نے اس کو جھوٹا اور کاذب کہا اور باقی ائمہ جرح وتعدیل نے اس کی تضعیف کی ہے ۔ لہٰذا یہ حدیث ناقابلِ استدلال ہے ۔

واضح رہے کہ علامہ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں ابوالجارود کے متعلق محدثین کے جو اقوال نقل کئے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں :-

یحییٰ بن معین کا قول ہے " کذّابٌ عدو اللہِ لیس یسوی فلسا " پرلے درجہ کا جھوٹا، اللہ کا دشمن ہے ایک پیسے کے برابر نہیں ۔ ابو حاتم بن حبّان نے کہا " کان رافضیا یضع الحدیث " رافضی تھا اور جھوٹی حدیثیں گھڑتا تھا ، امام احمد بن حنبل

نے فرمایا" متروك الحدیث" ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ" اتفقوا علی انہ ضعیف الحدیث منکرہ" اس پر سب متفق ہیں کہ ضعیف الحدیث منکر الحدیث ہے، دیکھئے: تہذیب التہذیب ص ۲۸۶ ۔ ج ۳۔

پھر چونکہ مدینہ منوّرہ میں یہ معاملہ مضاربت کے نام سے نہیں قراض و مقارضت کے نام سے مشہور تھا لہٰذا اس حدیث میں مضاربت کا لفظ اس کی غمازی کرتا ہے کہ یہ عراق میں بنائی گئی کیونکہ ابو الجارود کوفی ہے اور عراق میں یہ معاملہ مضاربت کے لفظ سے مشہور تھا۔

بہر حال جیساکہ بعض محققین علماء کرام نے لکھا ہے یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ قراض و مضاربت کے ثبوت سے متعلق کوئی ایک بھی ایسی حدیثِ نبوی نہیں ملتی جو مرفوع اور محدّثین کے نزدیک صحیح ہو، البتہ مختلف کتبِ حدیث میں ایسے آثارِ صحابہؓ ضرور ملتے ہیں کہ جن سے قراض و مضاربت کا محدود جواز مفہوم ہوتا ہے۔ (جاری ہے)

بقیہ تبصرۂ کتب

آیات واحادیث کے حوالوں سے ذکر کی اہمیت وضرورت اور فضائل کو ثابت کیا ہے۔ اور اس بات پر زور دیا ہے کہ دینِ اسلام کی خدمت واشاعت کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ ذکرِ الٰہی کا التزام بہت ضروری ہے۔ قرونِ اولیٰ اور سلف صالحین کی پاکیزہ زندگیوں سے مثالیں دے کر امکانی حد تک دورِ حاضر کے مسلمانوں کے لیے ایک مفید مشورہ اور بزرگانِ دین کے لیے ایک عمدہ پروگرام پیش کیا ہے۔ کاغذ اور طباعت تسلی بخش ہے مگر کتابت کی کہیں کہیں غلطیاں موجود ہیں۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافہ اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقہ کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔